جناب قاضی ظہور الحسن

نوربخشی فرقہ

کشمیر، لداخ، تبت اور بلتستان میں ایک مذہبی فرقہ ہے جو نوربخشی کے نام سے مشہور ہے۔ لداخ میں انکی تعداد چالیس ہزار ہے۔ یہ لوگ سید نوربخش کو امام مہدی مانتے ہیں۔ ان کی ایک مذہبی کتاب ہے جس کا نام احوطہ ہے۔ اس میں مسئلہ اتحاد و حلول وغیرہ کی تعلیم ہے اور ایسے پیچیدہ اقوال و مسائل ہیں کہ جن کا سمجھنا سخت دشوار ہے۔ مؤرخین نے اس فرقہ کے آغاز کے متعلق لکھا ہے کہ ایک شخص سید شمس الدین عراقی خراسان میں آیا اور اس نے بہت جلد سلطان حسین مرزا والئ خراسان کے دربار میں رسائی حاصل کر لی۔ سلطان نے ۸۹۲ھ ہجری میں اس کو سفیر بنا کر کشمیر بھیجا۔ حسن شاہ والئ کشمیر اُس زمانے میں علیل تھا اس لئے یہ سفارت ناکام واپس گئی۔ اس کے بعد حسن شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا خورد سال فرزند محمد شاہ تخت نشین کیا گیا۔ حکومت اُمراء کے ہاتھ میں آگئی۔ شمس الدین جب ناکام کشمیر سے خراسان پہنچا تو سلطان نے اس کو اپنے ممالک محروسہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔

میر شمس خراسان سے کشمیر آگیا اور یہاں آکر ظاہر کیا کہ میں شاہ قاسم انوار ابن سید نوربخش کا خلیفہ ہوں۔ سید نوربخش سے اہلِ کشمیر کو اس وجہ سے خاص عقیدت تھی کہ وہ سلسلۂ ہمدانیہ کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ اس سلسلہ کے بانی امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت امیر کبیر کشمیر بھی تشریف لائے تھے اور کثرت سے اہلِ ہنود اُن کے دست حق پرست پر مشرّف باسلام ہوئے تھے۔ اُن کے صاحبزادے حضرت سیّد محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تو یوں ہی اور ہندو مؤرخین کے بیان کے بموجب صرف ایک دن میں بارہ ہزار ہنود مسلمان ہوئے تھے ایک ہندو مؤرخ اپنی منظوم تاریخ کشمیر میں اس دن کے متعلق کہتا ہے:

کہ ہماں روز سوختند نبار   مسلماں چند تودۂ زنار

چنانچہ اہلِ کشمیر کو حضرت امیر کبیر سے خاص عقیدت رہی ہے اور آج تک خطبوں میں بھی ان کا نام پڑھا جاتا ہے اور عام طور پر ان کو علی ثانی کہتے ہیں۔ امیر کبیر کبرویہ سلسلہ کے مشائخ عظام میں سے تھے۔ کبرویہ سلسلہ امام سید نجم الدین کبریٰ کی طرف منسوب ہے۔

سید نوربخش کا نام محمد بن محمد بن عبداللہ تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب سترہ واسطوں سے امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ اس خاندان کا وطن الاحساء تھا۔ وہاں سے یہ خاندان منتقل ہو کر قاین علاقہ قہستان میں

مقیم ہوا۔ یہیں ۷۹۵ھ ہجری میں سید نوربخش پیدا ہوئے۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ ان کے والد کا نام بھی محمد تھا۔ اس لئے یہ محمد بن محمد بن عبداللہ تھے۔ بعد تحصیل علوم خواجہ اسحاق ختلانی خلیفۂ امیر کبیر کے مرید ہوئے اور ۸۲۶ھ میں خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ مرشد نے ان کو نوربخش خطاب عطا فرمایا۔ سید نوربخش شاعر بھی تھے۔ بعض غزلوں میں نوربخش اور بعض میں اپنے اصل وطن الاحساء کی رعایت سے لحسوی بھی تخلص لائے ہیں۔ اس زمانے میں کچھ آئین و امور خلاف شریعت مروج ہو گئے تھے اور حکام کی چیرہ دستیاں زوروں پر تھیں اس لئے خواجہ ختلانی نے ختلان میں شرعی حکومت قائم کی۔ یہ علاقہ مرزا شاہ رخ بن سلطان تیمور کے زیر نگیں تھا اور اُس کی طرف سے بایزید گورنر تھا۔ گورنر نے خواجہ ختلانی اور سید نوربخش دونوں کو گرفتار کر لیا اور مرزا شاہ رخ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ قیدی جس جگہ قاصد کو ملیں وہیں قتل کر دئے جائیں۔ لیکن مولٰنا حکم الدین کی سفارش پر قتل کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور قیدیوں کو ہرات طلب کر کے حصار اختیار الدین کے چاہ سیاہ میں قید کر دیا۔ کئی برس کے بعد قیدیوں کو قہستان، مضافات خوزستان میں بھیج دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ابراہیم والی شیراز نے ان کو رہا کر دیا۔ یہاں سے یہ دونوں بزرگ کردستان آئے۔ بہت سے لوگ ان کے مُرید ہوئے، اور ان کا سکّہ و خطبہ جاری کر دیا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی، تو پھر ان کو گرفتار کرا لیا۔ لیکن یہ کسی طرح بھاگ کر غلغال پہنچے۔ حاکم غلغال نے ان کو گرفتار کر کے مرزا شاہ رُخ کے پاس بھیج دیا اور یہ پھر چاہِ سیاہ میں قید کر دئے گئے۔ دو مہینے کے قریب گذرے تھے کہ پھر ہرات بھیج دئے گئے۔ یہاں ان کو مجبور کیا گیا کہ دعوائے خلافت سے دست بردار ہوں۔ اور اُنہوں نے اقرار کیا۔ اس طرح ۸۴۰ھ میں آزاد کر دئے گئے اور یہ شرط کی گئی کہ سیاہ دستار جو اس زمانے میں علماء کے لئے مخصوص تھی نہ باندھیں۔ لوگوں کو جمع نہ کریں۔ اور معمولی طور پر رسمی علوم کا درس دیا کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد مرزا شاہ رُخ کو پھر ان سے کچھ خطرہ ہوا تو گرفتار کرا کے تبریز بھیج دیا اور یہ حکم دیا کہ والی تبریز ان کو روم پہنچا دے۔ لیکن والی تبریز نے ان کو رہا کر دیا۔ یہ وہاں سے شیروان ہوتے ہوئے گیلان پہنچے۔ ۸۵۰ھ میں مرزا شاہ رخ نے وفات پائی۔ اور اس کے بعد ان سے کسی نے کچھ تعرض نہ کیا۔ سید نوربخش نے رے میں سکونت اختیار کی۔ یہاں ان کے سب مرید جمع ہو گئے۔ اور علیحدہ ایک گاؤں آباد کیا۔ ۸۶۹ھ میں سید نوربخش نے وفات پائی۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک سید جعفر جو عربستان چلے گئے اور وہیں عبادت الٰہی میں عمر بسر کی۔ دوسرے شاہ قاسم انور۔ یہ باپ کے جانشین ہوئے۔ سلطان حسین والی ہرات ۸۷۳ھ ہجری میں ان کا مرید ہوا اور کئی شاہزادے ان کے معتقدین میں داخل ہوئے۔ شاہ اسمٰعیل صفوی نے جب ۹۰۶ھ ہجری میں تخت ایران پر قبضہ پایا تو ان کو جاگیر دی۔

چونکہ سید نوربخش اور ان کے خاندان کے ہمدانیہ سلسلہ سے تعلق کی وجہ سے اہل کشمیر کو اس خاندان سے

خاص عقیدت تھی۔ اس لئے میر شمس یہ چال چلا کہ کشمیر میں سلسلۂ ہمدانیہ کے ایک بزرگ بابا اسماعیل کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ اس طرح کشمیر میں اس کا وقار اور بھی بڑھ گیا۔ بابا اسماعیل کی وفات کے بعد ان کے ایک ناخواندہ مرید جو بہت زیادہ صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے ان کے جانشین ہوئے۔ میر شمس نے ان سے بہت کچھ ربط و ضبط بڑھایا اور رفتہ رفتہ ان کو اپنے خیال پر لانا شروع کیا۔ میر شمس نے ایک کتاب احوطہ نام لکھ کر ایک درخت کی چھال میں چھپادی اور ایک سال کے بعد لوگوں سے کہا کہ مجھ سے سید نوربخش نے خواب میں کہا ہے کہ اس درخت کو کاٹ کر دیکھو اس میں میرا عقائد نامہ ہے جس پر عمل ہونا چاہیئے۔ چنانچہ درخت کاٹ کر کتاب نکالی گئی اور اس کے مطابق عقائد و اعمال مقرر ہوئے۔ اور یہ فرقہ نوربخشی کے نام سے مشہور ہوا۔ کشمیر کے ایک بڑے قبیلہ چک کے لوگوں کا بیان ہے کہ میر شمس شیعہ تھا اور کتاب احوطہ اس کی تصنیف نہیں بلکہ یہ کسی گمراہ ملحد کی تصنیف ہے۔ بعض مصنفین نے ان عقائد کی اشاعت میں سید نوربخش کو بھی ملوث کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ سید نوربخش ایک مستند شیخ کے خلیفہ اور متبحر فاضل تھے۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ ان کی وفات کے پچیس برس بعد کا ہے۔ بعض مصنّفین نے ان کے فرزند شاہ قاسم انور کو ملوث کیا ہے اور یہ بھی صحیح نہیں۔

شیعی مجتہد قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ بعض لوگ سید نوربخش کو امام مہدی کہتے تھے تو ان کے بیٹے قاسم جھڑکتے تھے کہ تم لوگ ان کو بدنام کرتے ہو۔ صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ میں بدخشاں میں مشائخ نوربخشیہ سے ملا ہوں اور وہ میرے ہم درس رہے ہیں یہ سب شریعت اور سنن نبویؐ پر عمل پیرا تھے۔

الدین یسرٌ

مصنّفہ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی
قیمت چھ روپے

فقہ عمرؓ

مصنّفہ ابو یحییٰ امام خان صاحب
قیمت چار روپے

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ ۲۔ کلب روڈ لاہور